عقد نکاح میں مسئلہ کفاءت کا قضیہ: شرعی وسماجی تناظر میں جائزہ

Issue of Kafa'at (compatibility) in Marriage: A study in Islamic and social perspective

کریم داد[i] محمد زبیر[ii]

Abstract

(Kafaat) means similarity.In Islamic jurisprudence it refers to similarity in qualities and characteristics of male and female intending to exercise a marriage contract. This similarity refers to cast, profession, wealth and ethical values. Among the Islamic jurists a group gives priority to religious feature and moral values only whereas the majority accepts the legitimacy of the other properties as well. It is worth mentioning that the similarity is sought only from male side.

In modern age the issue of kafa,at is criticized for its particular social means but it does not mean that Kafaat is a mark of distinction for some tribes and disgrace for others. It has been experienced that whenever Kafaat in societies has ignored, dissolution of marriage has occurred.

However those who take the issue of Kafaat aggressively giving it and show no flexibility in this regard are somehow following self made principles which has no place in Islamic teachings.

In this article we have focused on the various kinds of Kafaat with its impacts on social and domestic life. Especially the rigid attitude of some tribes with respect to Kafaat has been critically analyzed.

---

i اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، عبد الولی خان یونیورسٹی، مردان

ii لیکچرر، شعبہ اسلامیات، عبد الولی خان یونیورسٹی، مردان

عام طور پر اسلامی تعلیمات مسلمانوں کی آپس میں مساوات اور برابری کے ہیں، کہ حسب ونسب، خاندانی شرافت، رنگ، پیشہ اور مال ودولت سے کسی کو کسی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں، بلکہ سب برابر ہیں۔ جس کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ[1]

"اے لوگو؛ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تمہیں مختلف قوموں اور خاندانوں میں اس لئے تقسیم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔"

نبی کریم ﷺ نے بھی لوگوں کو برابر مان کر انہیں حسب ونسب، پیشے اور مال ودولت پر فخر کرنے سے منع فرمایا ہے[2]۔ جب کہ دوسری طرف نکاح کے معاملے میں ان چیزوں کا اعتبار کیا گیا ہے، کہ ایک خاندانی، مالدار اور بہتر پیشے کی حامل عورت کسی ایسے شخص کا لائق نہیں جو مفلس اور کمتر پیشے و خاندان والا ہو۔ اسی سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان ایک طرف مساوات اور برابری کی باتیں کرتے ہیں جب کہ معاشرتی زندگی میں خود اس پر عمل نہیں کرتے۔

اس آرٹیکل میں یہی باتیں اس انداز سے ذکر کی گئی ہیں کہ جس سے یہ شبہات رفع ہوجائیں گی۔ بات یہ ہے کہ ایک اسلام کا نظریاتی پہلو ہے اور ایک معاشرتی وسماجی۔ اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام مسلمان برابر ہیں۔ سب کو ایک ہی نظر سے دیکھا جائے گا۔ سب کو ان کے حقوق کے یکساں مواقع فراہم کئے جائیں گے۔ سب کے لئے ایک جیسا قانون ہوگا۔ رہی بات نکاح کے معاملے میں کفاءت اور عدم کفاءت کی، تو اس بارے میں ائمہ فقہ کی رائے مختلف ہیں۔

بعض کے ہاں تمام مسلمان ایک دوسرے کے کُفْوٌ (برابر) ہیں۔جب کہ بعض کہتے ہیں کہ نکاح میں ان چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔کیونکہ اس کا تعلق مسلم معاشرے سے ہے۔اللہ تعالیٰ مسلم معاشرے کو پرامن،پرسکون اور متحد دیکھنا چاہتاہے۔معاشرہ چونکہ خاندن سے بنتا ہےاور نکاح اس کی بنیادی اکائی ہے۔لہٰذا یہی سے ان باتوں کو بروئے کار لانے کا حکم دیاہے کہ جن کی وجہ سے یہ تعلق(نکاح) دیرپا اور پر ثمر ہو،اور ان تمام امورسے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے جن سے اس تعلق کی خرابی کا تھوڑا سا خدشہ بھی محسوس کیا جاتا ہو۔

چونکہ ہم پیشہ،ہم عمر اور ایک جیسے خاندان کے لوگوں کے عادات ایک جیسے ہوتے ہیں۔جب کہ ان کے اختلاف کی صورت میں ان کے عادات واطوار بھی مختلف ہوتے ہیں۔جن کے اثرات بعد میں میاں بیوی کی زندگی میں نمایاں طورپر نظر آتے ہیں۔جب کہ کبھی کبھار یہی اختلاف اس تعلق(نکاح)کے خاتمے پر منتج ہوتا ہے۔جس سے مسلم معاشرے کا امن وسکون اور اتحادواتفاق برباد ہوجاتا ہے۔

لہٰذا سماجی اور معاشرتی زندگی پر اچھے اثرات ڈالنے کی غرض سے جمہور علماء نے عقد نکاح میں کفاءت(برابری) کو معتبر مانا ہے۔

کفاءت کا تعارف

کَفَاءَۃٌ کُفْوٌ سے مصدر کا صیغہ ہے اور اس کا مطلب مطلق مساوات اور برابری کے ہیں۔ کُفْوٌ یا کُفُوْءٌ (بروزنِ فُعُلٌ اورفُعُوْلٌ)دونوں طرح استعمال کیاجاتاہے۔ کُفُوٌاس شخص کو کہتے ہیں جو کسی نسبت سے دوسرے کاہم مثل اور ہم سر ہو[3]۔لفظ " کُفْوٌ"ہم سراورہم مثل کے معنی میں قرآن کی درجہ ذیل آیت میں بھی استعمال ہواہے:

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ [4]" اور اللہ تعالیٰ کا کوئی ہم سر نہیں۔"

شریعت میں اس سے مراد کسی مرد کا عورت کے ساتھ نکاح کے معاملے میں خلقی یا اکتسابی اوصاف میں برابری ہے جس کی وجہ سے نکاح کے مقاصد یقینی اورازدواجی تعلقات دیرپا ثابت ہوں[5]۔

کفاءۃ کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کے بارے میں فقہاء کی آراء

وہ فقہاء جن کے نزدیک کفاءۃ نکاح کے درست ہونے کے لئے مطلقاً شرط نہیں اور اس کے بغیر نکاح صحیح ہے۔ان میں فقہ ظاہری کے سرخیل امام ابن حزم الظاہریؒ[6] اور فقہ حنفی کے امام کرخیؒ شامل ہیں[7]ان کے دلائل یہ ہیں:

آیات قرآنیہ سے استشہاد

أ- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُم[8]"اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر شخص وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔"

ب- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ[9]"کہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"بھائی ہونے کے ناطے سب برابر ہیں۔

ت- فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ[10]"پس نکاح کرو ان عورتوں کے ساتھ جو تمہارے لئے حلال ہیں۔"

یہاں بھی مطلق حلال عورتوں کا ذکر ہے جس میں کفاءۃ کی کوئی قید ذکر نہیں ۔

سنتِ رسول سے استشہاد

أ- رسول اللہ ﷺ نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے کروایا تھا[11]۔

ب- اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ[12]"مسلمان آپس میں خون کے لحاظ سے برابر ہیں۔"

اس حدیث کی روسے کسی معزز خاندان اور عام خاندان کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

ت- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عَبِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَاظُمَهَا بِآبَائِهَا،فَالنَّاس رَجُلاَنِ،بِرٌ تَقِيٌ كَرِيْم عَلَى اللهِ،وَفَاجِرٌ شَقِيٌ هَيِّنٌ عَلَى الله،وَالنَّاس بَنُوْ آدم،وَخَلَقُ اللهُ آدم مِنْ تُرَابٍ[13].

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا تکبر اور حسب ونسب پر فخر کرنا ختم کردیا ہے پس لوگ دو قسم کے ہوں گے نیک اور پرہیز گار جو اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت مند ہیں اور فاسق وفاجر جن کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عزت نہیں اور تمام انسان سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا تھا۔"

دلائل مذکورہ مطلق مساوات پر دلالت کرتی ہیں۔

جمہور علماء کی رائے ذکر کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ یہ واضح ہوجائے کہ کفاءت صحت نکاح کے لئے شرط ہے یالزوم نکاح کے لئے؟

صحت نکاح

اس سے مراد یہ ہے کہ اس شرط کے بغیر نکاح درست نہیں اور ایسا نکاح کالعدم تصور ہو گا۔

لزوم نکاح

اس کا مطلب یہ ہے کہ کفو کے بغیر فی نفسہٖ نکاح تو درست ہے تاہم حکمِ نکاح کے نفاذ کے لئے بالغ لڑکی یا اولیاء کی اجازت ضروری ہے ۔اگر وہ اس نکاح پر تحفظات رکھیں اور اس کی اجازت نہ دیں تو نکاح نافذ نہیں ہو گا اور عدالت کے ذریعے اس نکاح کو فسخ کرسکتے ہیں[14]۔

جمہور کی رائے کے مطابق کفاءت لزوم نکاح کے لئے ضروری ہے یعنی اگر شوہر بیوی کا ہم پلہ نہ ہو تو لڑکی یا اس کے اولیاء کو اس نکاح کے فسخ کا حق حاصل ہے۔

جمہور کے دلائل

دلیل اول:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَذَكَرَتْ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم[15].

"حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ایک کنواری لڑکی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آکر کہنے لگی کہ میرے باپ نے میرا نکاح کیا ہے حالانکہ میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں۔ آپ ﷺ نے اس عورت کو اختیار دیا۔"

دلیل دوم: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

ثَلاَثٌ لاَ تُؤخر: اَلصَّلاَةُ إِذَا أَتَتْ، وَالجَنَازَةُ إِذَا حَضِرَتْ، وَالأَيِّمُ إِذَا وَجَدَتْ لَهَا كُفئًا[16]. "تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو، نماز جب اس کا وقت داخل ہو جائے، جنازہ جب حاضر ہو جائے اور بے نکاح عورت جب اس کو جوڑ کا رشتہ مل جائے۔"

دلیل سوم: سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا جب آزاد ہو گئیں تو انہوں نے اپنے خاوند (جو آزاد شدہ غلام تھا) کے ساتھ نکاح کو باقی رکھنا نہیں چاہا (کیونکہ وہ اس کا کفو نہیں تھا)[17]۔

جمہور کی طرف مانعین کفاءت کے دلائل کا جواب حسب ذیل انداز سے دیا جاتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فضیلت اور بزرگی کا معیار تقویٰ اور للّٰہیت ہے تاہم انفرادی اوصاف وفضائل اور شخصی احوال میں ایک انسان کا دوسرے سے مختلف ہونا بھی ایک فطری امر اور مسلم حقیقت ہے جن میں بعض اوصاف جبلی (پیدائشی) اور بعض اکتسابی ہیں۔

پہلا جواب: بریدۃؓ جب آزاد ہو گئیں تو انہوں نے خیارِ عتق استعمال کرتے ہوئے اپنے خاوند مغیثؓ کے ساتھ نکاح کو باقی رکھنا نہیں چاہا کیوں کہ وہ اسے اپنا کفو نہیں سمجھتی تھی۔

تمام انسان آپس میں حق معیشت کے اعتبار سے برابر ہیں اور ہر انسان کا خون مقدس ہے اور اس بنا پر کسی کو دوسرے پر فضیلت حاصل نہیں، اس اصول کا اطلاق نکاح پر بھی ہوگا۔ کفاءت فی النکاح کو کفاءت فی الدماء پر قیاس کیا گیا ہے جو

قیاس مع الفارق ہے۔حدیث کا منشا قتل ناحق اورخون ریزی جیسے گھناؤنے جرائم کی روک تھام اور لوگوں کی جان کا تحفظ ہے جو اس صورت میں ممکن ہے کہ شریف اور غیر شریف کا فرق ختم کیا جائے ۔ رہا نکاح تو اس کا مقصد میاں بیوی کے درمیان ایک ایسا تعلق قائم کرنا ہے جو پائیداری ہونے کے ساتھ تمام انفرادی وسماجی مصالح اور فوائد کا ضامن ہو اور یہ تب ہوسکتا ہے جب میاں بیوی کے درمیان ہر اعتبار سے ہم آہنگی اور موافقت موجود ہو جس کو بالفاظ دیگر کفاءۃ کہتے ہیں[18]۔

دوسرا جواب: حق معیشت میں سب مساوی ہیں اورہر انسان کو جینے کا حق حاصل ہے تاہم درجات معیشت میں تفاوت بھی بدیہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں : وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ[19].اللہ تعالیٰ نے تم میں سے رزق میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

تیسرا جواب: اہل علم کا مرتبہ غیر اہل علم سے بڑھ کر ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

> يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ[20]"اللہ تعالیٰ تم میں سے اہل ایمان اور اہل علم کو درجات کے لحاظ سے بلند فرماتے ہیں۔"

چوتھا جواب: حضرت طالوت کے بارے میں قرآن مجید میں آیا ہے:

> وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ[21]."اللہ تعالیٰ نے اسے علم اور جسم (حوصلہ) میں وسعت دی ہے۔"

کن چیزوں میں ہم رتبہ ہونا ضروری ہے؟ مختلف فقہی مکاتب فکر کا نقطہ نظر

احناف کا نقطہ نظر

ان کے ہاں دیانت ،نسب ،حریت ،یسار (مالداری)اور پیشہ میں کفاءت معتبرمانا گیا ہے[22]۔

شوافع کی رائے

ان کے نزدیک حریت ،نسب ،دیانت وصلاح ،پیشہ اور اس کے ساتھ ان عیوب سے مرد کا سالم ہونا جو عورت کے لئے نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار ثابت کرتے ہیں مثلاً جنون ،جذام ،برص کی بیماری اور معذوری وغیرہ [23]۔

حنابلہ کا موقف

ان کی عام رائے بھی احناف کی طرح ہے[24]۔

حافظ ابن قیم کی رائے

اگرچہ عام حنابلہ کی رائے ذکر کردی گئی تاہم حنابلہ میں سے علامہ ابن قیم[25] نے قدرے فرق کے ساتھ اس رائے کا اظہار کیا ہے، کہتے ہیں؛

وَلَمْ يَعْتَبِرُ الْقُرآن وَالسُّنَة فِي الْكَفَاءةِ أَمْرا وَرَاءَ ذٰلِكَ، فَإِنَّه حَرَّمَ عَلَى الْمُسْلِمَةِ نِكَاحَ الزَّانِي الْخَبِيْث، وَلَمْ يَعْتبر نَسَبًا وَلاَ صَنَاعَة وَلَا غِنِىً وَلاَ حُرِيَّةٌ، فَجُوز لِلْعَبْدِ القن نِكَاح الْحُرَّة النَسَبِيَّةِ الْغَنِيَّة، إِذَا كَانَ عَفِيْفًا مُسْلِمًا، وَجُوزُ لِغَيْرِ الْقُرِشِيِيْنَ نِكَاحَ الْقُرْشِيَاتِ، وَلِغَيْرِ الْهَاشِمِيِيْنَ نِكَاحَ الْهَاشِمِيَاتِ، وَلِلْفُقَرآءِ نِكَاحَ الْمُوسِرَات[26].

"کفاءت میں اصل اور کامل،دین ہی ہے۔ مسلمان کا کافر کے ساتھ اورپاک دامن کا فاجر کے ساتھ نکاح درست نہیں ہونا چاہئے۔قرآن وسنت میں اس سے ماوراء کوئی چیز معتبر نہیں مانا گیا ہے ۔پاک دامن عورت کا نکاح زانی خبیث کے ساتھ حرام ہے۔ان کے ہاں نسب ،مال ،حریت وغیرہ کفو بننے کے لئے لازمی نہیں ۔کسی عفیف مسلمان غلام کا نکاح نسبی مالدار عورت کے ساتھ صحیح ہے اسی طرح غیر قریشی مرد کا نکاح قریشی عورت کے ساتھ صحیح ہے غیرہاشمی مرد کاہاشمی عورت کے ساتھ اور فقیر مرد کامالدار عورت کے ساتھ نکاح درست ہے۔"

مالکیہ کا موقف

کفاءت دو چیزوں میں منحصر ہے ۔ دین داری اور ان اعذار سے سلامتی جو عورت کو اختیار دینے کا موجب بنتے ہیں[27]۔

ان مکاتب فکر کی آراء کا جائزہ لیا جائے تو ان کے اندر تنوع پایا جاتا ہے جس سے یہ استدلال کرنا آسان ہوجاتا ہے کہ کفاءت کا مسئلہ اجتہادی حیثیت رکھتا ہے اور فقہائے اسلام نے اپنے اجتہادات کی بنیاد پر کفاءت کے شرائط کا تعین کیاہے۔

ان کے اجتہادات کا محور قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ دو ثانوی مآخذ(عرف وسد ذرائع) بھی ہیں۔یعنی کفاءت کا انحصار عرف و عادت اور لوگوں کے تعامل پر مبنی ہے جس میں دفع حرج ،یسر اور آسانی ملحوظ رکھاگیاہے۔کفاءت میں بھی یہی اصول کارفرما ہے جس کی طرف عرف میں مرورِزمانہ سے تبدیلی ہوسکتی ہےاسی طرح کفاءت کے مسئلہ میں بھی تبدیلی ہوسکتی ہے۔

اسی طرح کفاءت کے ضمن میں فقہائے اسلام نے جو کڑی شرطیں لگائی ہیں ان سے مقصود سد ذرائع یعنی ان اسباب کی روک تھام ہے جو نکاح کے مقدس رشتے کو توڑنے کا سبب بنتے ہیں۔اس لئے حفظ ماتقدم کے طور پر ان اصولوں کی رعایت ضروری قرار دے دی گئی۔اگران اسباب کا خاتمہ کیا جائے توپھرکفاءت کےان شرائط کی حیثیت وہ سابقہ لزومی کیفیت باقی نہیں رہے گی۔

ذیل میں ان اوصاف کی وضاحت کی جاتی ہےجن پرمسئلہ کفاءت کی بنیادیں قائم ہیں:

أ- دیانت

نکاح کے باب میں دین داری سب سے بنیادی خصلت ہے جو تقریباً تمام اہل علم کے نزدیک مسلّم ہے ۔ اس کی اساس وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لأَرْبَعٍ: لِمَالِهَاوَلِحَسَبِهَاوَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا.فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ[28].

"عورت کے ساتھ چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیاجاتا ہے۔اس کے مال کی وجہ

سے ، حسب ونسب کی وجہ سے ،حسن وجمال کی وجہ اور دین داری کی وجہ سے
۔تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں،دین داری کو ترجیح دیں۔"

دین داری میں مرد وعورت کی برابری ضروری ہے،اگر ان میں سے ایک بھی دین داری کی صفت میں دوسرے کے برابر نہ ہوں تو ان کا ایک ساتھ چلنا مشکل اورازواجی رشتے کوبطریقِ احسن نبھانا متاثر ہوجائے گا۔فسق وفجور میں مبتلا ہونامعاشرہ میں باعث عار وشرم سمجھا جا تاہے،خصوصاًجب کسی کا فسق اعلانیہ ہو اوروہ گناہ کبیرہ کا مرتکب رہاہوتو اس صورت میں وہ کسی پاک باز عورت کا کفو نہیں بن سکتا یا عورت ہونے کی صورت میں مرد کا کفو نہیں ہوسکتی۔اگر صالح اور عفیف عورت نے اپنا نکاح ایک ایسے شخص سے کیا جو فاسق ہو توایک اسلامی معاشرے میں اولیاء کو اس نکاح کے فسخ کا اختیار حاصل ہے۔اسی طرح اولیاء نے کسی لڑکی کا عقد ایک ایسے علانیہ فاسق شخص سے کروایا تو عورت کو خیار حاصل ہے کہ اس نکاح کو کالعدم قرار دے۔

یہ بات ملحوظِ نظرہے کہ کسی کا فسق میں مبتلا ہونا نکاح کے وقت کفاءت سے مانع ہے،اگر بوقت عقد وہ صالح اور نیک تھا لیکن بعد میں گناہ کا عادی بن گیا تو ایسی صورت میں فسخ نکاح کا اختیار عورت یا اس کے اولیاء کو نہیں رہے گا۔

سورۃ النورمیں اللہ تعالیٰ نےارشادفرمایا:

الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ[29].

"زناکارمردزناکارعورت یامشرک عورت کےساتھ نکاح کرتاہے۔اسی طرح زانیہ عورت کےساتھ زناکاریامشرک مردہی نکاح کرتاہےاوریہ مومنوں پرحرام ہے۔"

تفسیرمدارک التنزیل میں اس آیت کےذیل میں لکھاہے کہ لوگوں کی عادت یہ رہی ہے کہ خبیث اوربدکارلوگوں کی نکاح میں رغبت ان عورتوں کی طرف ہوتی ہیں جن کی فطرت میں خباثت بھری ہوتی ہے۔اسی طرح ایک اورآیت میں ذکر ہے:

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ[30]"خبیث عورتیں خبیث مردوں کےلیےہوتی ہیں۔"

ب- نسب

بعض اوقات نسب اور خاندان میں عدم برابری نکاح کے بندھن توڑنے کا سبب بن جاتی ہے ۔اس نقصان سے بچنے کے لئے فقہاء نے نسب میں مساوات کو معتبر ٹھہرایا ہے ۔جمہور اپنے استدلال میں وہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

الْعَرَبُ أَكْفَاءٌ بَعْضُهَا بَعْضًاإِلاَّ حَائِكٌ أَوْ حَجَّامٌ[31] "عرب آپس میں برابر ہیں ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کاہم مرتبہ ہے،ایک شخص دوسرے دوسرے کے برابر ہے۔"

موالی (آزاد غلام)آپس میں ہم رتبہ ہیں مگر جولاہا اور حجام(جو سینگی لگاتا ہو)یہ عرب کے کفو نہیں۔

روایت پر تبصرہ

ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث سنن بیہقی نے روایت کیا ہے لیکن اس کے مؤلف خود فرماتے ہیں کہ یہ روایت منقطع(ضعیف)ہے جس سے استدلال درست نہیں[32]۔اسی طرح نصب الرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ میں بھی اس روایت کو کمزور بتا یا گیا ہے[33] چنانچہ حافظ ابن حجر[34] فرماتے ہیں : اس کی اصل نہیں[35]۔

نیز حدیث کے آخر میں استثناء ذکر ہے کہ تمام لوگ آپس میں برابر ہیں مگر جولاہا اور حجام عرب کے ہم رتبہ نہیں حالانکہ آپ علیہ السلام کا فعل اور صحابہ کرام کا درجہ ذیل تعامل اس کا متضاد منظر پیش کرتا ہے:

مثال اول: ابو ہند ایک حجام تھا جو عرب کے ایک معزز قبیلہ بنو بیاضہ کے غلام تھے۔ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بنو بیاضہ کو حکم دیا تھا کہ:

يَا بَنِي بَيَاضَةَ أَنْكِحُوا أَبَا هِنْدٍ وَانْكِحُوا إِلَيْهِ[36] "اے قبیلہ بنو بیاضہ !ابو ہند کو رشتہ دے دیں۔"

مثال دوم: بلال رضی اللہ عنہ[37] جو ایک آزاد کردہ غلام تھے کے ساتھ مشہور صحابی سیدنا عبدالرحمن بن عوف[38] کی بیٹی کا نکاح ہوا تھا[39]۔

زوجین کے درمیان نسب میں برابری کا معاصر ناقدانہ جائزہ

نسب میں برابری سے مقصود نکاح کے رشتے کو دوام بخشنا ہے فقہاء کا مطمح نظر نہ حسب و نسب پر فخر و افتخار کے سفلی جذبات کو فروغ دینا ہے اور نہ اسلام کے افاقی درس مساوات کو نظر انداز کرنا ہے۔ نسبی وجاہت پر اترانا نسلی اور قبائلی عصبیت کو ہوا دیتا ہے جس سے اخوت و محبت اور اتحاد و اتفاق کی فضا نفرت و عداوت اور آپس کی نا اتفاقی میں بدل سکتی ہے جس کا اسلام کبھی روادار نہیں رہا۔ چوں کہ عرف و عادت میں اس کا لحاظ نہ رکھنے سے ان گنت عائلی مسائل پیش آسکتے ہیں اس لئے فقہاء نے اس کو لزوم نکاح میں معتبر ٹھہرایا۔ اگر عرف میں حسب و نسب کا امتیاز باقی نہ رہے تو پھر اس کی حیثیت وہ نہ رہے گی۔ فی زمانہ بعض خاندان نکاح کے سلسلہ میں حسب و نسب کے حوالے سے انتہا پسندانہ عزائم کا شکار نظر آتے ہیں کہ خاندانی شرافت کو اتنی اہمیت دے ڈالے کہ اپنے خاندان کے علاوہ کسی دوسرے خاندان میں رشتے کا لین دین ہی اپنے لئے باعث ہتک سمجھتے ہیں۔

اگر قرآن و سنت کے مجموعی روح اور فقہائے امت کے موقف کا تحقیقی نظر سے جائزہ لیا جائے تو اس کا انتہاء پسندانہ اور بے لچک رویہ درجہ ذیل وجوہ سے غلط معلوم ہوتا ہے:

- نسب میں برابری مقصود بالذات نہیں بلکہ نکاح کے رشتے کو تقویت دینے کے لئے ہے اور یہاں اس مقصد سے پہلو تہی دکھائی دیتی ہے۔
- اس طرح کا غیر لچک دار رویہ احساس برتری کو تقویت دیتا ہے جس سے خاندانوں کے مابین بُعد بڑھتا ہے اور ذات پات اور اونچ نیچ کی ایک

غیر فطری اور غیر متوازن خلیج پیدا ہوتی ہے جو اسلام کے نظام معاشرت واخوت کو سبوتاژ کر دیتا ہے جس کا مشاہدہ ہم آئے دن کرتے ہیں۔

- بالغ افراد کے شرعی اور قانونی اختیارات استعمال کرنے پر خود ساختہ پابندی نظر آتی ہے جس سے ان گنت پیچیدگیاں پیدا ہو رہی ہیں۔
- ایک بڑا نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ خاندان والوں کی جانب سے رشتے کا مطالبہ نہیں آتا اور باہر کا رشتہ منظور نہیں کیا جاتا تو اکثر عورتیں رشتے کے انتظار میں ساری عمر کھپا دیتی ہیں۔ یقیناً یہ ان عورتوں کا جذباتی استحصال اور ایک غیر انسانی رویہ ہے۔
- طبی نقطہ نظر سے بھی ان اصولوں پر کاربند رہنا مفید ثابت نہیں ہوتا کہ بہتر اور صحت مند نسل کی افزائش کے لیے خاندان کی تبدیلی مؤثر ثابت ہوتی ہے۔

ت- حریت

آزادی صحت نکاح میں مانع نہیں کہ غلام کا نکاح آزاد عورت کے ساتھ ہو سکتا ہے لیکن یہ صرف نکاح کے لزوم کے لئے شرط ہے کہ بعض اوقات یہ تفاوت مصالحِ نکاح کے حصول میں مانع بن جاتی ہے۔ سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو جب آزادی مل گئی تو پچھلے خاوند کے ساتھ نکاح کو برقرار رکھنے کی رسول اللہ ﷺ نے سفارش کی اور فرمایا: لَوْ رَاجِعَتِيْه (اگر آپ اپنے خاوند کی طرف رجوع کر لیں) تاہم اس سفارش کو سیدۃ بریدہؓ نے قبول نہیں کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حریت صحت نکاح کے لئے شرط نہیں۔

ث- مال داری

مال اگر چہ ایک زائل ہونے والی چیز ہے اور پھر کسی کے پاس فراوانی کا یہ مطلب نہیں کہ وہ مال دار اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی مقرب بندہ ہے کیونکہ فساق کے پاس بھی

ڈھیروں سارامال ہوسکتاہے تاہم اس کو دنیوی معاملات نمٹانے کاایک خداوندی عطیہ ضرور قراردیاہے۔نکاح ایک ایسا معاملہ ہے جس میں مرداپنی منکوحہ کے جملہ مالی اخراجات کا بوجھ اٹھانے کا ایک عہد کرتا ہے لہٰذامرد کے پاس بوقتِ نکاح اتنامال واسباب موجود ہونا ضروری ہے جس سے بآسانی نکاح کے مصارف (مہر،گھریلو اخراجات اوررہائش وغیرہ)عورت کی حیثیت کےمطابق پورا ہوسکیں۔اگر ان ضروریات کے پوراکرنےسے مرد قاصر رہے تو عورت کے حقوق ضائع ہوں گے چنانچہ ایسی حالت میں عورت نکاح کے فسخ کرنے کا مطالبہ کرسکتی ہے۔

ج- حرفت

اس سے مراد پیشے اور کسب میں برابری ہےحرفت عرف پر مبنی اکتسابی وصف ہے۔ایک انسان کوئی بھی پیشہ یاہنر اختیار کرسکتاہےاسی طرح ایک پیشہ کو ایک زمانے میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جب کہ دوسرے زمانے میں شایداس کی وہی حیثیت باقی نہ رہےاورلوگ اس کواہمیت نہ دیں۔

ح- ذات،نسب اور پیشہ میں فرق

بعض لوگ ذات(اصل)نسب اور پیشہ میں فرق نہیں کرتے اور جو کسی کا کسب یا پیشہ ہوتا ہے اسے اس کی ذات یا اصل سےمنسلک کرتےہیں حالانکہ یہ طرزِ فکرحقائق کے خلاف ہے۔

ذات اوراصل کامعنی ایک ہی ہے۔ذات(اصل)کے اعتبار سے تمام بنی نوع سیدنا آدم اور حواء علیہاالسلام کی اولاد ہے اور آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا تھاجیسا کہ اللہ تعالیٰ نےارشادفرمایاہے:

خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً[40].

"ایک شخص سے پیدا کیا(یعنی اول) اس سے اس کاجوڑابنایا۔ پھران دونوں سے کثرت سے مردوعورت(پیداکرکےروئےزمین پر) پھیلادیئے۔"

سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے مختلف برادریوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا۔ علاقائی اور جغرافیائی اختلاف کی وجہ سے ان کا رنگ، زبان، جسمانی قدو قامت، طبعی اوصاف اور ترجیحات میں فرق نمایاں رہا۔ مشرق اور مغرب کے رہنے والوں میں طبعی تنوع قائم رہی۔ برادریوں اور قبیلوں سے خاندانی نظام نے جنم لیا اور مخصوص نام سے اس خاندان کی شناخت ہونے لگی۔ یہ خاندانی نام یا تو کسی بڑے بزرگ کی طرف منسوب کیا گیا، یا پھر کسی ایسی خصوصیت (پیشہ وغیرہ) کی جانب جو اس خاندان کی امتیاز تھی اور اس طرح خاندان در خاندان وہ پیشہ ہی ثقافت کے لیے خاندان کا عنوان بن گیا۔

پیشہ معاش اور روزی کمانے کے لئے اختیار کردہ وہ جائز ذریعہ ہے جو انسانوں کے مابین مختلف شکلوں میں متعارف ایک قدر مشترک کے طور پر معاشرتی اور سماجی ضرورت بنتا چلا آرہا ہے۔ اس کا سلسلہ سیدنا آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر تا ایں دم جاری ہے۔ پیشوں میں روز افزوں وسعت آرہی ہے اور کسی نہ کسی شعبے کو اختیار کرنا معاشی استحکام اور معاشرتی بقاء کے لئے ضروری ہے۔ انسانوں کے مصالح اور ضروریات ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور تنہا کوئی انسان اپنی ساری ضرورتیں پوری نہیں کر سکتا۔

ابتداء آفرینش سے جتنے پیشے متعارف رہے ہیں ان کے پیشِ نظر سماجی خدمت رہی، چنانچہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ انبیائے عظام علیہم السلام جیسی برگزیدہ ہستیوں نے بھی اپنی روزی کے لیے کوئی نہ کوئی جائز پیشہ اختیار کیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ[41] "اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور عمل نیک کرو۔ جو عمل تم کرتے ہو میں ان سے واقف ہوں۔"

اور رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ بہترین روزی وہ ہے جو اپنے ہاتھوں کی کمائی سے ہو اور داود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہونے کے ساتھ اپنے ہاتھوں کی روزی کھاتے تھے[42]۔ پیشہ میں

برابری بھی لزوم نکاح کے لئے شرط مانا گیا جس کے پیش نظر مصالح کا حصول ہے۔

نتائج

کفاءت جمہور فقہاء کے نزدیک صرف نکاح کو پائیداری بنیادوں پر باقی رکھنے اور اس کے مصالح یقینی بنانے کے پیش نظر ضروری قرار دیا ہے۔ یہ ایک عرفی اور معاشرتی امر ہے جس میں مختلف خواص کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ بعض گھرانے کفاءت کے حوالے سے بے لچک رویہ اپنائے ہوئے ہیں جن کے محاسن کم اور نقصانات زیادہ ہیں۔ دین میں کفاءت سب سے مقدم ہے تاہم اگر دوسری خصوصیات بھی موجود ہوں تو احسن بات ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۳

2 ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب التفسیر (۴۸) سورۃ الحجرات (۴۹) حدیث (۳۲۷۰)

3 محمد بن مکرم بن منظور الافریقی، لسان العرب ا: ۱۳۹ بذیل مادہ (کفا) دار صادر بیروت، (س۔ن)

4 سورۃ الاخلاص ۱۱۲: ۴

5 علی بن محمد الجرجانی، التعریفات ا: ۲۳۷ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ۔۔۔ اشرف علی تھانوی، کشاف اصطلاحات الفنون ۲: ۵۷۹، مکتبہ لبنان، بیروت، ۱۹۹۶ء

6 علی بن محمد بن سعید الظاہری ابو محمد (۳۸۴ -۴۵۶ھ / ۹۹۴ -۱۰۶۴ء) قرطبہ (اندلس) میں پیدا ہوئے۔ فقہ ظاہری کے امام ہیں۔ باپ کی طرف سے وزارت ملی تھی تاہم اس کو چھوڑ کر حصول علم اور تالیف و تصنیف کی جانب متوجہ ہوئے اور اس میں مجتہدانہ حیثیت حاصل کی۔ اپنے مخصوص انداز فکر اور منفرد موقف کی بناپر علاقہ بدر کئے گئے اور اندلس کے ایک دیہاتی علاقے میں رہ کر وہیں وفات پا گئے۔ آپ کی تصانیف میں الملل والنحل، المحلی، جمہرۃ الانساب اور جوامع السیرۃ بہت مشہور ہیں۔ (حافظ شمس الدین الذہبی، سیر اعلام النبلاء ۱۸: ۱۸۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ۔۔۔ خیر الدین زرکلی، الاعلام ۴: ۲۵۴، دار العلم للملائین بیروت ۲۰۰۲ء)

7 الکاسانی، علاء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۶: ۱۰۸، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء

8 سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۳

9 سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۰

10 سورۃ النساء ۴: ۳

11 الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، حافظ ابن حجر العسقلانی ۲: ۶۰۰، دار الجیل بیروت ۱۴۱۲ء

12 ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب الجھاد (۱۵) باب فی السریۃ ترد علی العسکر (۱۵۹) حدیث (۲۷۵۳)

13 سنن الترمذی، کتاب التفسیر (۴۸) سورۃ الحجرات (۴۹) حدیث (۳۲۷۰)

14 بدائع الصنائع ۶: ۱۱۱

15 سنن ابی داؤدو، کتاب النکاح (۱۱) باب البکر اذا زوجھا (۲۵) حدیث (۲۰۹۸)

16 سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ (۲) باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل (۱۵) حدیث (۱۷۱)

17 صحیح البخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، کتاب الطلاق (۷۲) باب شفاعۃ النبی ﷺ (۱۵) حدیث (۵۲۸۳)

18 الزحیلی، وہبۃ بن مصطفی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹: ۲۱۸، دار الفکر، سوریہ، دمشق، (س۔ن)

19 سورۃ النحل ۱۶: ۷۱

20 سورۃ المجادلۃ ۵۸: ۱۱

21 سورۃ البقرۃ ۲: ۲۴۷

22 بدائع الصنائع ۶: ۱۱۴

23 علامہ ماوردی، الحاوی الکبیر ۹: ۲۵۱، دار الفکر بیروت سن ندارد

24 المغنی، ابن قدامہ ۷: ۳۷۴، دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ء

25 محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد شمس الدین، ابوعبداللہ (۶۹۱-۷۵۱ھ / ۱۲۹۲-۱۳۵۰ء) دمشق میں پیدا ہوئے۔ حافظ ابن تیمیہؒ کے شاگرد تھے۔ فقہ حنبلی کے متجددین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ علم، استغناء اور حسن خلق میں مثال تھے۔ ہر موضوع پر قلم اٹھایا اور متعدد مفید کتب تحریر کئے جن میں زاد المعاد، اعلام الموقعین، اغاثۃ اللھفان، شفاء العلیل اور تفسیر ابن قیم زیادہ مشہور ہیں۔ (الشوکانی، محمد بن علی، البدر الطالع بما حسن من بعد القرن السابع ۲: ۱۳۷۔۔۔ الاعلام ۶: ۵۶)

26 زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ابن قیم ۵: ۱۵۹، موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۱۵ء

27 مختصر العلامۃ خلیل فی العبادات، خلیل بن اسحاق ۱: ۹۹، دار الحدیث القاہرہ، ۲۰۰۵ء

28 صحیح بخاری، کتاب النکاح (۱۷) باب الاکفاء فی الدین (۱۶) حدیث (۵۰۹۰)

29 سورۃ النور ۲۴: ۲

30 سورۃ النور۲۴: ۲۵

31 سنن الکبری، ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی ۷ :۱۳۴، حدیث(۱۴۱۴۴) مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، ہند ۱۳۴۴ء

32 نفس مصدر

33 نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ۳: ۱۹۷۔۔۔جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی ۳: ۱۹۷، مؤسسۃ الریان للطباعۃ والنشر، ۱۹۹۷ء

34 احمد بن علی بن حجر العسقلانی، ابو الفضل، شہاب الدین ابن حجر (۷۷۳- ۸۵۲ھ / ۱۳۷۲ -۱۴۴۹ء) علم حدیث اور فن تاریخ کے امام تھے۔ عسقلان (فلسطین) میں پیدا ہوئے اور مصر میں وفات پاگئے۔ علمی رسوخ اور مہارت کی وجہ سے مرجع خلائق تھے۔ خاتمۃ الحفاظ کے نام سے مشہور تھے۔ آپ نے بہت مفید تصانیف چھوڑیں۔ (البدر الطالع ۱: ۸۱۔۔۔الاعلام ۱: ۱۷۸)

35 تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر ۳: ۱۶۲، دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور پاکستان، (س۔ن)

36 سنن ابی داود، کتاب النکاح (۱۲) باب فی الاکفاء (۲۷) حدیث (۲۰۱۴)

37 بلال بن رباح الحبشی ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ، مؤذن رسول اللہ ﷺ میں مشہور صحابی اور آپ ﷺ کے معتمد خاص تھے۔ سابقین اولین میں سے ہیں اور اسلام کی خاطر بے پناہ قربانیاں پیش کیں۔ ہر جگہ آپ ﷺ کی رفاقت اختیار کی۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد دمشق تشریف لے گئے اور وہیں ۲۰ھ کو وفات پاگئے۔ صحیحین میں آپ سے ۴۴ احادیث مروی ہیں۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۱: ۳۲۶۔۔۔الاعلام ۲: ۷۳)

38 عبد الرحمن بن عوف الزہری القریشی ابو محمد رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں شامل جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہیں۔ جنگ بدر سمیت اکثر معرکوں میں شریک رہے۔ تجارت پیشہ تھے۔ اپنی ساری دولت اسلام اور مسلمانوں کی فلاح اور غلاموں کی آزادی پر خرچ کی۔ جود وسخا اور زہد وتقوی میں مثال تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شوری کے رکن تھے۔ ۳۲ھ کو مدینہ میں وفات پائی۔ (الاصابۃ ۴: ۳۴۶۔۔۔الاعلام ۳: ۳۲۱)

39 ابی الحسن علی بن عمر دار قطنی، سنن دار قطنی ۴: ۴۶۲، حدیث (۴۷۹۷)، مؤسسۃ الرسالۃ، (س۔ن)

40 سورۃ النساء۴: ۱

41 سورۃ النور۲۴: ۵۱

42 صحیح بخاری، کتاب البیوع باب کسب الرجل وعمل بیدہ حدیث ۲۰۷۲